



# جَنّات

## مفتی منیب الرحمن

انگریزی میں کسی ایک کلمے میں ایک حرف ایک ہی جگہ دوبار آئے، تو اُسے ہم Double سے تعبیر کرتے ہیں، اسی کو عربی میں مُشدّد سے تعبیر کرتے ہیں اور پہلے حرف کو ساکن کر کے دوسرے میں مُدغم (Merge) کر دیتے ہیں۔ اسی قاعدے کے تحت لفظ ”جنّ“ کا نون مُشدّد ہے۔ عربی زبان میں ”ج+ن+ن“ سے جتنے بھی کلمات بنتے ہیں، اُن سب میں ستر اور پوشیدگی کا معنی پایا جاتا ہے، جیسے دل کو ”جَنّان“، رحمِ مادر میں بچے کو ”جَنین“، دماغ پر پردہ پڑنے کو ”جَنون“، ایسے گھنے باغ کو جس کے نیچے کی زمین نظر نہ آئے ”الْحَنّة“، پردے کو ”الْحَنّة“، ڈھال کو ”الْحَنّة“، الْحَنّان اور الْمِحَنّ اور قَبْر کو ”الْحَنّ“ کہتے ہیں۔ پس اسی معنی کی مناسبت سے ناری مخلوق کو ”جَنّ اور جَنّ“ کہتے ہیں، جو نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ ہمارے بعض دانشوروں نے، جنہیں علومِ قرآنی اور عربی دانی کا زعم تھا، انسانوں سے جدا ایک نوعِ مخلوق ہونے کے اعتبار سے جنّات کا انکار کیا ہے۔ غلام احمد پرویز لکھتے ہیں: ”عربوں میں ”الْاِنْس“ اُن قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں، لیکن ”جَنّ“ وہ قبائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جا بہ جا پھرتے رہتے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے، انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔۔۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: ”ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں ”جَنّ“ سے مراد انسان ہی ہیں، یعنی وہ وحشی قبائل (Gypsies) ہیں جو صحراؤں میں رہا کرتے تھے، (لغات القرآن، ص: 446)۔“

سر سید احمد خان لکھتے ہیں: ”اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام علمائے اسلام نے جنّوں کو ایسی ہی جداگانہ مخلوق قرار دیا ہے جیسے کہ انسان، مگر قرآن مجید سے جنّوں کی ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت نہیں۔۔۔ طویل بحث کرنے کے بعد آگے چل کر لکھتے ہیں: ”مشرکینِ عرب جو جنّوں کا یقین رکھتے تھے، وہ اُن کو جنگلوں اور پہاڑوں میں انسانوں سے مخفی رہنے والے جانتے تھے اور شریر اور زبردست قوی ہیکل خیال کرتے تھے اور اس قسم کے انسانوں پر بھی جنّ کا اطلاق کرتے تھے، قرآن کریم میں کہیں بطور استعارہ جنّ کا اطلاق انسان کو گمراہ کرنے والے شیطان پر ہوا ہے اور کہیں وحشی اور شریر انسانوں پر، (تفسیر القرآن، ج: 2، ص: 505-511، ملخصاً)۔“ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: ”جنّوں کے جس تاثر کا ”سورة الجنّ“ میں حوالہ دیا گیا ہے، اس سے اگرچہ وہ لوگ متاثر نہیں ہوں گے جو صرف محسوسات کے غلام ہیں اور اُن چیزوں کے سرے سے وجود ہی کے منکر ہیں، جو اُن

کے محسوسات کے دائرے سے باہر ہیں، (تدبر قرآن، ج: 8، ص: 609)۔ معروف اسکالر سر سید احمد خان اور غلام احمد پرویز معجزات کے منکر ہیں اور وہ اُن کی طرح طرح کی تاویلیں کرتے رہتے ہیں، چنانچہ معراج النبی ﷺ کے بارے میں عام مسلمانوں کے عقیدے کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کا جسمانی طور پر رات کو بیت المقدس جانا اور وہاں سے ایک سیڑھی کے ذریعے آسمانوں پر جانا قانونِ فطرت کے خلاف ہے اور عقلاً محال ہے۔ اگر معراج النبی ﷺ کے راویوں کو ثقہ بھی مان لیا جائے، تو یہی کہا جائے گا کہ انہیں سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ یہ کہہ دینا کہ اللہ اس پر قادر ہے، یہ جابلوں اور مرفوع القلم لوگوں کا کام ہے، یعنی ایسے لوگ مجنون کے حکم میں ہیں، سچے مومن ایسی بات نہیں کہہ سکتے۔ قانونِ فطرت کے مقابل کوئی دلیل قابل قبول نہیں ہے۔ ایسی تمام دلیلوں کو انہوں نے راوی کے سہو اور خطا، دو راؤز کا رتاویلات، فرضی اور رکیک دلائل سے تعبیر کیا، (تفسیر القرآن، ج: 2، ص: 122-123)۔“

ان اہل علم نے وحی ربانی اور دین اسلام کے مُعَبَّیَّات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر رد کرنے کا شعرا اختیار کیا اور عقل یا اپنے الفاظ میں قوانینِ فطرت کو اٹل اور ابدی تسلیم کیا، یہاں تک قرار دیا کہ فاطر و خالق سبحانہ و تعالیٰ بھی ان قوانینِ فطرت کا پابند ہے۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ تو وہی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے، ہر چیز پر حاکم ہے اور تمام ممکنات اُس کی قدرت کے تابع ہیں۔ کسی بھی چیز میں کوئی کمال ذاتی نہیں ہے، بلکہ ہر چیز میں جو بھی کمال ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے خلق اور اُس کی عطا سے ہے اور وہ جس طرح کسی چیز میں کوئی کمال یا خاصیت پیدا کرنے پر قادر ہے، اسی طرح اُسے سلب کرنے اور قلبِ ماہیت پر بھی قادر ہے، ارشاد فرمایا: ”ہم نے حکم دیا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جا، (الانبیاء: 69)۔“

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جنات کے بارے میں فرمایا (1): ”اور جن کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا، (الرحمن: 15)۔“ (2): ”اور اس سے پہلے ہم نے جنات کو بغیر دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا، (الحجر: 27)۔“ الغرض قرآن کریم میں صراحت ہے کہ جن انسانوں سے جدا ایک نوعِ مخلوق ہے اور اُس کا مادہ خلقت آگ ہے۔ سورہ احقاف اور سورہ الجن میں جنات کی رسول اللہ ﷺ کے پاس آمد کا ذکر ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”آپ کہیے! میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، پس ہم اُس پر ایمان لائے اور ہم ہر گز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور بے شک ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، نہ اُس نے کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ اولاد، (الجن: 3-1)۔“ سورہ الجن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین و جنات عالمِ بالا میں جایا کرتے تھے، وہاں گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے اور فرشتوں کی باتوں کی سُن گُن لیتے تھے اور کوئی نا تمام بات سُن لیتے تو اُس میں اپنی طرف سے آمیزش کر کے کاہنوں کو پہنچا دیتے اور وہ لوگوں کو اپنے دامِ عقیدت میں پھنساتے اور گمراہ کرتے۔ لیکن اچانک عالمِ بالا میں تبدیلی آئی اور جنات و شیاطین کا داخلہ بند ہو گیا، تو وہ اس تلاش میں نکل کھڑے ہوئے کہ آخر اس تبدیلی کا سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”(جنات نے کہا:): اور ہم نے آسمانوں کا جائزہ لیا تو ہم نے اُسے سخت پہرے داروں اور آگ کے گولوں سے بھرا ہوا پایا، اور (اس سے پہلے) ہم سُن گُن لینے کے لیے گھات لگا کر بیٹھ جاتے تھے، سو اب جو کوئی بھی (عالمِ بالا کی



باتیں) سننے لگے تو وہ اپنے لیے آگ کا شعلہ تیار پاتا ہے، اور ہمیں معلوم نہیں کہ (اس بندش سے) زمین والوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور بے شک ہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ اس کے برعکس، ہماری راہیں جدا جدا ہیں، (الحج: 11-8)۔“ پھر فرمایا: ”اور بے شک ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں، (الحج: 14)۔“

رسول اللہ ﷺ کے حضور جنّت کی آمد کی تفصیل حدیث پاک میں موجود ہے: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنّت پر قرآن مجید نہیں پڑھا تھا اور نہ ان کو دیکھا تھا، نبی ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت کے ساتھ عکاظ کے بازار میں گئے اور آسمان کی خبر اور شیاطین کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے، پس شیاطین اپنی قوم کی طرف گئے اور انہوں نے کہا: ہمارے اور آسمان کی خبر کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ان کے اوپر آگ کے شعلے پھینکے جاتے تھے؟۔ انہوں نے کہا: ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے، زمین کے شرق و غرب میں سفر کرو اور تلاش کرو کہ ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہو گئی ہے، پھر انہوں نے زمین کے مشرق اور مغرب میں سفر کیا، ان کی ایک جماعت تہامہ کی طرف گئی اور وہاں نبی ﷺ عکاظ کے بازار میں اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب انہوں نے قرآن کو سنا تو انہوں نے کہا: یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمان کے درمیان حائل ہو گئی ہے، پھر وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے، ہم اُس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک قرار نہیں دیں گے، (صحیح البخاری: 4921)۔“

اس مضمون کو سورۃ الاحقاف میں بیان کیا ہے: ”اور یاد کیجیے! جب ہم نے جنّت کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو توجہ سے قرآن سنتے تھے، پس جب وہ وہاں حاضر ہو گئے، تو آپس میں کہا: خاموش رہو، پھر جب قرآن پڑھا جا چکا، تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سنا تے ہوئے پلٹے، آپس میں کہا: اے ہماری قوم! ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق اور سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتی ہے (الاحقاف: 29-30)۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ماننے والے تھے۔

سو جنّت کا وجود ایک حقیقت ہے، اس پر ہمارا ایمان ہے اور قرآن اس پر شاہد ہے۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور کفار بھی، صالح بھی ہیں اور فاسق و فاجر بھی۔ لیکن آج کل عجیب و غریب بیست کے حامل لوگ اور جنّت کے حامل ہونے کے دعویدار سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں، لوٹ رہے ہیں، بلیک میل کر رہے ہیں اور بعض صورتوں میں تو ہم پرست عورتوں کو پھنسا کر ان کی آبروریزی کرتے ہیں اور میڈیا بھی اپنے کاروبار کے لیے ایسے لوگوں کو پروموٹ کر رہا ہے، ان جعلی عاملوں کے لیے سخت تعزیری قوانین کی ضرورت ہے۔